کتابوں کا تعارف

کتاب کا نام	:	ذکر جمیع اولیاء دہلی
مصنف	:	حبیب اللہ
تصحیح وتعلیقات	:	پروفیسر شریف حسین قاسمی
ناشر	:	مولانا آزاد عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان، ٹونک
سال اشاعت	:	۸۸۔۱۹۸۷

ذکر جمیع اولیاء دہلی اپنی نوعیت کا ایک اہم تذکرہ ہے جس میں اوائل سے محمد شاہ کے دور (۱۱۳۱۔ ۱۱۶۱ھ) تک دہلی میں مدفون عرفاء ومشائخ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے مؤلف حبیب اللہ ہیں جو عہد محمد شاہی میں دہلی کے مغابر کے نگراں تھے۔

دہلی ایک عجیب وغریب شہر ہے۔ درحقیقت یہ محض ایک شہر اور آبادی نہیں بلکہ ایک تہذیب، ایک تمدن اور ایک تاریخ کا نام ہے، بارہا اجڑا اور بارہا بسا، لیکن اس کی اہمیت میں کبھی کمی واقع نہیں ہوئی۔ یہ ہمیشہ ''حضرت دہلی'' ہی رہا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کے قیام کے ساتھ ہی دہلی علماء ومشائخ کا مرکز بن گئی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی (متوفی: ۱۴/ ربیع الاول ۶۳۴ھ) وہ پہلے جلیل القدر بزرگ ہیں جنہوں نے دہلی کو اپنی مستقل سکونت کے لئے منتخب کیا۔ اس کے بعد تو دہلی کو بے شمار علماء مشائخ کا ماوا وملجا قرار پانے کا شرف حاصل ہوگیا۔

ساتویں صدی ہجری / تیرہویں عیسوی میں جب منگولوں نے عالم اسلام کو اپنے وحشیانہ حملوں کا نشانہ بنایا تو وہاں کی فضا اس قابل نہیں رہی کہ علما ومشائخ یک سوئی سے اپنے علمی عرفانی مشاغل میں وقت گذار سکیں۔ تاریخ جہاں گشا کے مصنف کے بقول'' اس دور میں مشائخ وعلماء سخت آزمائش سے دوچار تھے۔ ان کی بہت بے عزتی کی گئی۔ اس حادثے میں کتب خانے مدارس اور مساجد بہت زیادہ تباہ وبرباد کیے گئے۔ بخارا میں مساجد کو اصطبل میں بدل دیا گیا۔'' ایسے حالات میں علماء مشائخ نے بڑی تعداد میں ہندوستان کا رُخ کیا۔

مرتب نے مقدمے میں اس دور کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہندوستان میں تذکرہ

اور تاریخ نویسی کی روایت کا ذکر کیا ہے: مرتب نے اطلاع دی ہے کہ دہلی میں مدفون مشائخ کرام کی تعداد کم نہیں ہے۔ ان میں سے بعض کے ملفوظات مرتب کیے گئے اور چند کی سوانح پر کتابیں بھی لکھی گئی ہیں۔ دہلی کے مشائخ کا کوئی مستقل تذکرہ شاہجہاں کے دور (۱۰۳۷/۱۶۲۷۔ ۱۰۶۸/۱۶۵۸) سے پہلے مرتب ہوا تھا، اس کا فی الحال علم نہیں ہے۔ شاہجہاں کے دور کا یہ تذکرہ کلمات الصادقین ہے جو محمد صادق ہمدانی کشمیری کی تالیف ہے، جو ۱۰۲۳/ ۱۶۱۴ میں مکمل ہوا۔ اس میں ۱۲۵ مشائخ کے تراجم شامل ہیں۔ اس کے بعد شیخ حبیب اللہ نے دہلی کے مشائخ کا تذکرہ ذکر جمیع اولیاء دہلی لکھا۔ ان کے والد کا نام شیخ جہاں ابن شیخ محمد علی ابن نصیر الدین ابن شیخ میر صدیقی تھا۔

حبیب اللہ اوائل میں دہلی میں درس وتدریس میں مصروف رہے۔ فرخ سیر کے دور (۱۱۲۴۔۱۱۳۱/ ۱۷۱۳۔۱۷۱۹) میں انہیں شاہی مراحم و اعزازات سے نوازا گیا۔ یہ شاہی خزانے کے امین اور دہلی میں متبرک مقامات کے ناظم ونگراں رہے۔ فرخ سیر کے بعد محمد شاہ کے دور سلطنت (۱۱۳۱۔۱۱۶۱/ ۱۷۱۹۔۴۸) کے اوائل میں حبیب اللہ کو وکیل شرعی کے اہم عہدے پر فائض کیا گیا۔ ان کے منصب میں اضافہ ہوا اور انہیں خان کا خطاب بھی عطا کیا گیا۔ چراغ دہلی کے مقبرے کے مصارف اور مطبخ کی دیکھ بھال بھی ان کے سپرد تھی۔ محمد شاہ کے دور حکومت ہی میں حبیب اللہ نے ''ذکر جمیع اولیاء دہلی'' کی تالیف شروع کی اور اسے ۱۱۵۰ ہجر میں مکمل کرلیا۔ سن ذکر جمیع اولیاء دہلی'' سے برآمد ہوتا ہے۔ حبیب اللہ ایک مصروف علمی وادبی زندگی گذارنے کے بعد دہلی میں تقریباً اٹھتر سال کی عمر میں ۱۱۶۰/ ۱۷۴۷ کے ماہ محرم میں فوت ہوئے۔ ''ذکر جمیع اولیاء دہلی'' کے علاوہ بھی حبیب اللہ کی دوسری کتابیں ملتی ہیں، جن کا ذکر مرتب تذکرہ نے کیا ہے اور ان کے مختصر حالات بھی لکھے ہیں۔

اس تذکرے میں ان ۲۰۹ علماء، عرفا اور عارفات کے احوال زندگی شامل کیے ہیں، جو دہلی میں مدفون ہیں۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ذکر سے یہ تذکرہ شروع ہوتا ہے اور بی بی اولیاء کے ترجمے پر ختم ہوتا ہے۔ مؤلف نے تراجم کے بیان کرنے میں اختصار سے کام لیا ہے، لیکن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ نظام الدین اولیاء، خود اپنے ایک استاد مولانا شیخ عطاء اللہ اور اپنے ایک معاصر سید حسن رسول نما کا ذکر نسبتاً تفصیل سے کیا ہے۔ ۲۰۹ مشائخ میں سے تقریباً ۴۰ مشائخ مصنف کے معاصر ہیں۔ اس کے مآخذ میں فوائد الفواد، سیر الاولیاء اخبار الاخیار، گلزار ابرار اور

کلمات الصادقین شامل ہیں۔

حبیب اللہ نے اس تذکرے میں سب زیادہ اخبار الاخیار تالیف شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے استفادہ کیا ہے۔ ایسا بھی کیا گیا ہے کہ اگر محدث دہلی نے دو مشائخ کا ذکر ایک ہی عارف کے تحت کیا ہے، تو اسے حبیب اللہ نے دو مختلف عرفاء کے ذکر میں تقسیم کردیا ہے۔

''ذکر جمیع اولیاء دہلی'' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ فرید الدین عطار (متوفی ۶۲۷/ ۱۲۳۰) کا تذکرۃ الاولیاء اگرچہ کہ اس کے منابع میں شامل نہیں ہے اور ہو بھی نہیں سکتا تھا، لیکن مؤلف نے اس تذکرے کے اسلوب بیان کو اپنانے کی کوشش کی ہے۔

''ذکر جمیع اولیاء دہلی'' کی زبان آسان ہے لیکن عارف کے ترجمے کے آغاز میں عارف کے نام کی مناسبت سے مسجع مقفیٰ عبارت لکھی گئی ہے۔ مصنف کا طرز نگارش تحقیقی ہے۔ اس نے اکثر اپنے مآخذ کے بیانات کو تحقیق کی کسوٹی پر کسا ہے اور قرائن کی مدد سے خود ایک مناسب نتیجے پر پہونچنے کی کوشش کی ہے۔ مؤلف اپنے مآخذ کے بیانات میں اختلاف کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس کے تذکرے میں شامل تقریباً تمام ہی مشائخ کے مزارات ومقابر کے محل وقوع کی نشاندہی بھی کی ہے۔ ان اطلاعات سے دہلی کے جغرایے کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اس تذکرے میں اورنگ زیب عالمگیر سے متعلق ایک اطلاع تاریخی اہمیت کی حامل ہے: مولانا یعقوب کے بارے میں مؤلف نے لکھا ہے کہ یہ اورنگ زیب کے داروغہ عدالت تھے اور وکیل شرعی تھے۔ داراشکوہ کے الحاد کے سلسلے میں وہ محضر جس پر بعض علمائے وقت نے مہر تصدیق ثبت کردی تھی، جب مولانا محمد یعقوب کی خدمت میں مہر ودستخط کے لئے پیش کیا گیا تو آپ نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کردیا اور کہا: وہ علماء جنہوں نے اس محضر پر دستخط کیے ہیں داراشکوہ کے الحاد سے واقف ہوں گے۔ مجھے اس کے الحاد کا علم نہیں۔ اورنگ زیب مولانا صاحب کے اس جرأت مندانہ جواب سے برہم ضرور ہوا، لیکن انہیں غالبًا اس دو ٹوک جواب کی کوئی سزا نہیں ملی۔ یہ اورنگ زیب کے اعلیٰ کردار کی ایک روشن مثال ہے۔

ذکر جمیع اولیاء دہلی کا وہ حصہ نسبتاً زیادہ تاریخی اور عرفانی اہمیت کا حامل ہے جس میں مؤلف نے اپنے معاصر عرفاء کے احوال زندگی تحریر کیے ہیں۔

مؤلف چوں کہ خود صاحب علم اور علم دوست تھا، اس لیے اس نے بعض مشائخ اور علماء سے کے علمی وعرفانی مباحث میں حصہ لیا، بعض مشائخ کی خدمت میں کسب فیض کیلئے حاضر ہوا۔ علماء کی

مجالس وعظ میں شرکت کی۔بعض علما ومشائخ سے اس کے نزدیکی تعلقات تھے اور ان کی رحلت اس کیلئے باعث رنج وتکلیف ہوئی۔ ان کی وفات پر جو تاریخی قطعے مؤلف نے نظم کیے اور اس تذکرے میں وہ نقل ہوئے ہیں وہ اس کے دلی رنج وافسوس کے غماز ہیں۔ ایسی صورت میں ان معاصر علماء ومشائخ کے حالات زندگی مؤلف سے زیادہ بہتر اور معتبر کون پیش کرسکتا تھا! تذکرے میں یہ اطلاعات بھی اہم ہیں کہ مؤلف کے دور میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کے متولی میر محمد صلاح تھے اور بابا فرید الدین گنج شکر کی اولاد میں شیخ تاج الدین بن شیخ عبد الصمد دہلوی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے مقبرے کے متولی تھے اور ان کے بعد یہ تولیت ان ہی کے خاندان میں باقی رہی۔

''ذکر جمیع اولیای دہلی'' میں مختلف عرفاء کے عرسوں کی کیفیت بھی بیان کی گئی ہے۔ یہ عرس کس تاریخ کوہوتے تھے؟ ان کی ذمہ داری کس کے سپرد تھی ؟ عرس میں کیا کیا مراسم انجام دیئے جاتے تھے ؟۔ ان مجلّہ سوالات کے جوابات بھی اس تذکرے میں موجود ہیں۔

شیخ کلیم اللہ جہانی آبادی کے خاندان سے متعلق اسی تذکرے میں غالبًا سب سے پہلے نہایت وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے۔حبیب اللہ، شاہ کلیم اللہ کا معاصر ہے۔ یہ تو کہا جاتا رہا ہے کہ شاہ صاحب شیخ خامد مہندس کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو تاج محل اور جامع مسجد کے انجینر تھے، لیکن ان کے معاصر مآخذ میں بہ گمان غالب ''ذکر جمیع اولیاء دہلی'' وہ پہلا تذکرہ ہے جس سے اس تصور دقیاس کی تصدیق ہوجاتی ہے۔

''ذکر جمیع اولیاء دہلی'' میں علماء ومشائخ کے احوال زندگی ان کے سال وفات کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔مؤلف نے جو سال وفات لکھے ہیں وہ اکثر درست ہیں۔ اس نے اپنے دور کے سیاسی ، سماجی علمی وادبی ماحول کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ اس کے اپنے چشم دید واقعات پر مبنی ہے، اسی لئے اہم بھی ہے اور معتبر بھی ۔

یہ تذکرہ برٹش میوزیم اور شیرانی کلکشن میں موجود ہے۔ اس کے دو خطی نسخے ہیں۔

چوں کہ حبیب اللہ نے ''ذکر جمیع اولیاء دہلی'' میں اختصار سے کام لیا ہے، اس لیے بعض مشائخ کے بارے میں ضروری اطلاعات بھی پیش نہیں کی جاسکیں: مرتب نے تعلیقات کے تحت ان تمام معتبر مآخذ ومراجع سے علماء مشائخ کے ضروری حالات درج کردیئے ہیں جو اختصار کے پیش نظر

مؤلف نے نظر انداز کردیئے تھے۔ اس تذکرے پر مرتب کے مفصل ،علمی تعلیقات ''خود ایک تحقیقی سرمایہ ہیں'' یہ تذکرہ ۱۴۸ صفحات پر مشتمل ہے ،لیکن مرتب تذکرے کے تعلیقات اور دیگر ضروری اضافوں نے اس کو ۲۳۸ صفحات کی ایک ضخیم اور علمی وتحقیق کتاب بنادیا ہے۔مختصر یہ ہے کہ مرتب ومصحح نے اپنی عالمانہ تحقیق اورتعلیقات وغیرہ سے اس تذکرے کی افادیت میں دو چند اضافہ کردیا ہے اورمتن کی صحت وغیرہ میں اپنی درایت وفہم وفراست کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔

☆

تبصرہ

کتاب کا نام: سیر الاولیاء

مصنف : سید محمد مبارک علوی کرمانی مشہور بہ امیر خورد

ناشر: : مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، اسلام آباد، ۱۹۸۷ء

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے فوری بعد ہی مختلف صوفی سلسلوں کے بزرگوں کی یہاں آمد شروع ہوگئی تھی۔ اسلامی دنیا کے مختلف علاقوں سے آنے والے ان عرفاء نے ہندوستان کے مختلف حصوں اور مقامات کو اپنی تبلیغی کوششوں کو بروئے کار لانے کے لئے منتخب کیا اور اس طرح یہاں اسلام کی روشنی پھیلانے میں صمیم قلب سے مصروف عمل ہوگئے۔

ہندوستان کے ان صوفیاء نے ایک طرف اپنے عمل سے اسلام کا تعارف کرایا اور دوسری طرف ان کے قلم نے بھی یہاں کے دانشوروں کے سامنے اسلامی تعلیمات پیش کیں۔

یہاں آنے والے صوفیا میں ایک خواجہ معین الدین چشتی اجمیری بھی ہیں، جن کے چشتی سلسلے کو ہندوستان خاص طور پر شمالی ہند میں غیر معمولی مقبولیت نصیب ہوئی۔ اس سلسلے کے صوفیاء کا سب سے پہلے باقاعدہ اور معتبر تعارف سید محمد مبارک علوی کرمانی مشہور بہ امیر خورد نے اپنی بنیادی کتاب سیرالاولیا میں کرایا ہے۔ اس کتاب کو ہندوستان میں پہلا تذکرہ ہونے کا شرف حاصل ہے جو چشتی بزرگوں کے احوال وتعلیمات پر معرض وجود میں آیا۔ سچ یہ ہے کہ اگر امیر خورد کرمانی نے اپنی سیرالاولیا میں ہندوستان کے دور اوائل کے چشتی بزرگوں کے احوال ، ان کی تعلیمات اور روز مرہ کے معمولات کا ذکر نہ کیا ہوتا تو ہم ان میں سے بہت سے صوفیاء کے بارے میں کچھ بھی نہ جان پاتے۔

سیر الاولیاء کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے اس کے مصنف کے احوال جاننا ضروری ہیں تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ مصنف نے اس میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ محض دوسرے مآخذ سے نقل واقتباس نہیں بلکہ خود اس کے والد، دادا اور نانا کے چشم دید واقعات اور بزرگوں کے بارے میں ان کے محسوسات ومشاہدات پر مبنی ہے۔

مصنف کا نام محمد، لقب امیر خورد والد کا نام نور الدین مبارک اور دادا کا نام سید محمد بن محمود علوی تھا۔ یہ خاندان کرمان کا رہنے والا تھا۔ مصنف کا نام محمد، حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء نے رکھا تھا۔ سب سے پہلے مصنف کے دادا سید محمد کرمانی تجارت کے لئے کرمان سے ہندوستان آئے۔ لاہور میں تجارت کرتے تھے۔ شیخ فرید الدین گنج شکر کی شہرت سنی تو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بالآخر وہ سب کچھ چھوڑ کر اپنے خاندان کے ساتھ بابا فرید کی خدمت میں اجودھن آگئے۔ حضرت بابا فرید نے انہیں خرقہ بھی عطا کیا۔ یہ رابطہ کچھ ایسی مضبوط بنیادوں پر قائم ہوا کہ پھر آیندہ کبھی منقطع نہ ہوا۔ یہ خاندان بعد میں دہلی آگیا اور حضرت بابا فرید گنج شکر کے خلیفہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے وابستہ رہا۔ سید محمد کرمانی نے ۱۱ے/ ۱۲۔ ۱۳۱۱ میں دہلی میں وفات پائی۔ سیر الاولیاء کے نانا مولانا شمس الدین دامغانی حضرت محبوب الٰہی کے دوستوں میں تھے اور خواجہ صاحب کا احترام کرتے تھے۔ سید محمد کے چار لڑکے تھے۔ سید نور الدین مبارک، سید کمال الدین احمد، سید قطب الدین حسین اور سید خاموش۔ سید مبارک مصنف کے والد تھے۔ مصنف کے والد اور تینوں چچا حضرت بابا فرید اور محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء سے وابستہ رہے۔

امیر خورد دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ محبوب الٰہی ان کا نام محمد رکھا، کی تعلیم وتربیت دہلی میں ہوئی۔ اس عصر کے معروف علما ومشائخ جیسے مولانا فخر الدین زرداری، مولانا رکن الدین اندر پتی مولانا علاء الدین اندر پتی اور قاضی شرف الدین نے امیر خورد کرمانی کو تعلیم دی اور مختلف علوم پڑھائے۔ ان کے نانا انہیں اور ان کے بھائیوں کو خواجہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں لائے اور مریدی کا شرف عطا کرنے کی درخواست کی اور کہا کہ یہ سید مبارک کے پہلے بیٹے ہیں تو حضرت محبوب الٰہی نے کہا کہ یہ میرے بیٹے بھی تو ہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین کے وصال کے بعد امیر خورد حضرت محبوب الٰہی کے ارشد خلیفہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی سے بیعت ہوئے تھے اور ان سے خرقۂ خلافت بھی انہیں ملا تھا۔

یہ رابطہ اور تعلق تھا امیر خورد اور ان کے خاندان کے دیگر افراد کا مشائخ حیثیت سے جنہیں ہندوستان میں چشتی دبستان تصوف کا اصل بانی مروج اور مبلغ کہا جاتا ہے، اور جو درست بھی ہے۔

امیر خورد کے احباب میں حضرت محبوب الٰہی کے دو چہیتے مرید امیر خسرو دہلوی اور امیر حسن سنجری دہلوی تھے۔ امیر خورد کے بقول:

''سالہا سال میرے امیر خسرو اور امیر حسن سے خلوص اور یگانگت کے تعلقات تھے۔ وہ میرے بغیر نہیں رہ سکتے تھے اور نہ میں ان کی ہم نشینی کے بغیر زندگی بسر کرسکتا تھا۔'' امیر خورد مشہور تاریخ فیروز شاہی کے مصنف ضیاء الدین برنی کے بھی دوست تھے۔

سیر الاولیاء کا سال تصنیف معلوم نہیں ہوسکا۔ بس اتنا پتہ چلتا ہے کہ امیر خورد نے اپنی کتاب فیروز شاہ تغلق کے عہد حکومت ۷۵۲/ ۱۳۵۱۔ ۷۹۰/ ۱۳۸۸) میں لکھی تھی ۔ اس وقت مصنف کی عمر پچاس سال ہوچکی تھی۔ اسی طرح قرائن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیر الاولیاء برنی کی تاریخ فیروز شاہی کے بعد تالیف ہوئی، جو ۷۵۸/ ۱۳۵۷ء میں مکمل ہوئی تھی۔

سیر الاولیاء کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جن عرفاء کا ذکر ملتا ہے وہ بیشتر اس کے یا اس کے اہل خاندان کے مشاہدات پر مبنی ہے۔ اسی وجہ سے اسے ایک معتبر مآخذ کی حیثیت حاصل ہے۔ بعد کے مورخین نے اسے اپنا مآخذ قرار دیا ہے۔

سیر الاولیاء جس دور میں تصنیف ہوئی وہ بڑا اہم اور تاریخی دور تھا۔ مملوک خلجی اور تغلق بادشاہوں کے اس زمانے میں مسلمان ہندستان میں کم تعداد میں تھے لیکن سیاسی اقتدار ان کے ہاتھ میں تھا۔ عظیم الشان اسلامی تہذیب ہندوستان کے قدیم کلچر کے روبرو کھڑی تھی۔ ایران ، توران ، عراق و عرب سے علماء صلحاء اور شعرا وادباء برابر اس طرف کا رخ کررہے تھے۔ یہاں ایک نیا معاشرہ ان کی وجہ سے تشکیل پارہا تھا۔ سیر الاولیاء میں اس تشکیل پانے والے معاشرے کی تصویر کشی کی گئی ہے۔اور اس کا مرکزی کردار ہے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا لیکن ان کے سلسلے کے قدیم تر بزرگوں کے احوال بھی اس میں ضمناً بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کے ابواب سے چند عنوانات یہاں درج کیے جارہے ہیں تاکہ اس کے مطالب کا کچھ اندازہ ہوسکے:

(باقی صفحہ ۲۴۲ پر)